جلد ۱۲ — احسان ۱۳۵۰ هش — شمارہ ٦
جون ۱۹۷۱ء

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۵۰ ہش

ربیع الثانی ۱۳۹۱ ہجری — جون ۱۹۷۱ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

چندہ سالانہ چھ روپے — فی پرچہ ساٹھ پیسے

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۱۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۶
احسان ۱۳۵۰ ہش

بحیثیت انصار اللہ ہماری چار اہم و بنیادی ذمہ داریاں

مالی و جانی قربانیاں۔ ابراہیمی نمونہ۔ دعاؤں میں شغف۔ نعمتِ خلافت کی قدر

بحیثیت انصار اللہ اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونے کے لئے ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور جماعتِ احمدیہ کے قیام کی غرض سے پورے طور پر آگاہ ہونا ضروری ہے۔ سو جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پُر معارف کتب اور روح پرور ملفوظات میں بار بار واضح فرمایا ہے حضورؑ کی بعثت اور جماعتِ احمدیہ کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو دنیا بھر میں اِس طور سے غالب کیا جائے کہ روئے زمین پر بسنے والی تمام اقوام اور ان کے افراد کا زندہ خدا کے ساتھ زندہ تعلق قائم ہو جائے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہماری بعثت کی علّتِ غائی بھی تو یہی ہے کہ رستہ منزلِ جاناں کے بھولے بھٹکوں، دل کے اندھوں، جذام ضلالت کے مبتلاؤں، ہلاکت کے گڑھوں میں گرنے والوں، کور باطنوں کو

صراطِ مستقیم پر چلاکر وصالِ ذاتِ ذوالجلال کا شیریں جام پلایا جاوے اور عرفانِ الٰہی کے اِس نقطۂ انتہائی تک ان کو پہنچایا جاوے تاکہ ان کو حیاتِ ابدی اور راحتِ دائمی نصیب ہو اور جوارِ رحمتِ ایزدی میں جگہ لے کر مست و سرشار رہیں۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۸۹)

قیامِ جماعتِ احمدیہ کے اس عظیم الشان مقصد کے پیشِ نظر بحیثیت انصاراللہ ہم پر نہایت ہی عظیم نوعیت کی دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کے لئے ہم سے مالی و جانی جس قسم کی قربانی کا بھی مطالبہ کیا جائے ہم اس پر دلی بشاشت کے ساتھ لبیک کہیں اور ان قربانیوں میں ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر جذبہ و جوش کے ساتھ حصہ لیتے چلے جائیں۔ دوسرے یہ کہ ہم خود صراطِ مستقیم پر گامزن رہتے ہوئے عرفان و محبتِ الٰہی کے نقطۂ انتہائی تک پہنچنے کی کوشش کریں تاکہ وصالِ ذاتِ ذوالجلال کے شیریں جام سے ہم سدا بہرہ اندوز و فائز المرام رہیں، حیاتِ ابدی اور حیاتِ دائمی ہمیں نصیب ہو اور ہم جوارِ رحمتِ ایزدی میں جگہ پاکر مست و سرشار رہیں۔ جب تک ہم خود عرفان و محبت الٰہی کے نقطۂ انتہائی تک نہیں پہنچیں گے دوسروں کو اس دولتِ لازوال سے مالا مال کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

اِس دوہری ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں ایک خاص نمونہ کو اپنانے کی تلقین فرمائی ہے اور وہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"توحید کو (دنیا بھر میں) قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصّہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔ نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ . . . . زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے اور یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے . . . . . . اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک انسان خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانۂ الوہیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کرلے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا . . . . اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے

کہ ابراہیم بنے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۸۸ و صفحہ ۱۸۹)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِس دوہری ذمہ داری کے لئے (کہ ہم علیہ السلام کی خاطر مالی و جانی قربانیاں پیش کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لیتے چلے جائیں اور عرفان و محبت الہٰی کے نقطۂ انتہائی تک پہنچ کر اپنے زندہ خدا کے ساتھ زندہ تعلق پیدا کرنے میں ہر آن کوشاں رہیں) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ کو اپنانے کی تلقین کیوں فرمائی؟ سو اس میں ایک بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے اور اس حکمت کا اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔

اِس حکمت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف اور آپ کے عملی نمونہ کا قرآن مجید میں نہ صرف بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے بلکہ امتِ مسلمہ کو آپ کے مذہب اور آپ کے طریق عمل کی پیروی اور اتباع کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً (آل عمران آیت ۹۶) یعنی تم ابراہیم کے دین کی جو خدا کی طرف جھکا رہنے والا تھا پیروی کرو۔

جب ہم قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ شرک سے انتہائی طور پر بیزار اور توحید باری تعالےٰ کے قیام کے لئے انتہائی غیرت مند اور اس کی خاطر انتہائی جد و جہد کرنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انہیں ہم نے بارہا آزمایا اور وہ اپنے اعلیٰ درجہ کے ایمان اور استقامت کی بدولت ہر امتحان اور آزمائش میں پورے اترے۔ حتیٰ کہ اولاد جیسی عزیز شے کو بھی قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے اور پھر اپنے اس بیٹے اور اس کی والدہ کو خدائی حکم کے ماتحت مکہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں تنہا چھوڑ آئے۔ پھر آپ بردبار، نرم دل، اللہ تعالےٰ کے اطاعت گزار اور پورے پورے وفادار تھے۔ اور عرفان و محبتِ الہٰی کے اس نقطۂ انتہائی پر پہنچے ہوئے تھے کہ صحیح معنوں میں حنیف کہلانے کے مستحق تھے۔ یعنی ہر لحظہ اور ہر آن خدا تعالےٰ کی طرف جھکے رہنا اور اپنی توجہ کو اسی کی طرف مرکوز رکھنا آپ کا امتیازی وصف تھا۔

مزید برآں آپ کی ایک بہت بڑی خوبی اور بہت بڑا وصف یہ تھا کہ آپ نے اس خیال کے پیش نظر کہ جن اقوام کی طرف آپ مبعوث کئے گئے ہیں ان میں توحید کو قائم کرنا، انہیں اللہ تعالےٰ کا حقیقی عبد بنانا ایک نسل کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے نسلاً بعد نسلٍ جد و جہد کرنا ضروری ہے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ اپنی اولاد کی تربیت میں خاص تعہد سے کام لیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے حضور نہایت درد و سوز اور تضرع کے ساتھ دعائیں کیں کہ وہ نہ صرف آپ کی اولاد کو بلکہ نسلاً بعد نسلٍ آپ کی ذریت کو خدمتِ دین کا ذریعہ

ادا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے تاکہ ملت ابراہیم کی آنے والی نسلوں تک خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچتا چلا جائے اور وہ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور وفادار بنی رہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت اور نسل پر بڑے بڑے فضل نازل کئے اور ان میں بکثرت ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے دین کی سربلندی کی خاطر خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیوں کو وقف رکھا اور اس طرح دوسروں کو جادۂ مستقیم پر گامزن رکھنے کا وسیلہ ٹھہرے۔

یہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ نمونہ جسے دنیا بھر میں اسلام کو غالب کرنے کی غرض سے انصار اللہ ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے بدرجۂ اولیٰ اپنانا ازبس ضروری ہے۔ ہم دنیا بھر میں اسلام کو اس طور پر غالب کرنے میں کہ روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کا زندہ خدا سے زندہ تعلق قائم ہو جائے اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم میں سے ہر فرد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ کو نہ اپنائے۔ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ ہونے کی حیثیت میں ہم اس امر کے بدرجہ اولیٰ سزاوار ہیں کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ کو اپنائیں، یعنی ہم میں سے ہر فرد ابراہیم بننے کی کوشش کرے اور اپنی اولاد میں سے ہر فرد کو اسمٰعیلؑ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے اور پھر اس امر کے لئے کوشاں رہے کہ اولاد در اولاد اس کی نسل میں ابراہیمی برکات ہمیشہ جاری و ساری رہیں تاکہ نسلاً بعد نسلٍ غلبۂ اسلام کی مہم تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائے۔

یہاں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر انسان کوشش کرے اور اس کوشش میں خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شاملِ حال رہے تو وہ خود تو ابراہیمی نمونہ کو اپنا سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ اپنی اولاد کی تربیت کرکے اسے خادمِ دین بنا سکتا ہے لیکن اس امر کا وہ کیا انتظام کر سکتا ہے کہ اس کی آئندہ نسلیں بھی جنہوں نے اس کے بعد پیدا ہونا اور ہوتے چلے جانا ہے خادمِ دین ثابت ہوتی چلی جائیں۔ سو اس کا وہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختیار کیا اور وہ یہ ہے کہ انسان نہ صرف اپنی اولاد کے خادمِ دین ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرے بلکہ بعد میں آنے والی اپنی تمام نسلوں کے لئے دعا کرتا رہے کہ وہ اس کی ہر نسل میں خدمتِ دین کا جذبہ قائم رکھے۔ اسی لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آئندہ نسلوں کو سدھارنے اور خادمِ دین بنانے کے سلسلہ میں دعا کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ میں فرمایا تھا:۔

"ابراہیم کی نسل میں بھی ان کے ایک بیٹے سے بارہ امام بنے تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ سے بھی بارہ امام پیدا ہوئے مگر کتنا افسوس ہے کہ بعض مخلص لوگ فوت ہوتے ہیں تو ان

کے بیٹے ہی خراب ہوجاتے ہیں اور بعض کا پوتا خراب ہوجاتا ہے۔ مگر علیؑ کے اندر کیسا ابراہیمی ایمان تھا اور ابراہیم کے اندر کیسا ایمان تھا کہ بارہ نسلوں تک برابر ان میں یہ ذمہ داری کا احساس چلتا چلا گیا کہ ہم نے دین کی خدمت کرنی ہے۔ اگر ہمارے بچے بھی یہ ارادہ کرلیں تو پھر کوئی فکر نہیں۔ بڈھوں نے تو آخر مرنا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آدم کے زمانہ سے لے کر آج تک ہر ایک کے لئے موت مقرر کی ہوئی ہے مگر جب یہی بچے (عقل اور ایمان میں) بڈھے بن جائیں گے تو پھر کوئی فکر نہیں ہوگی کہ دین کا کیا بنے گا۔ پھر یہی دس دس سال کے بچے ایسے طاقتور پہاڑ بنیں گے کہ اگر دنیا ان سے ٹکرائے گی تو دنیا کا سر پاش پاش ہوجائے گا مگر یہ اپنے مقام سے نہیں ہٹیں گے اور احمدیت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا کے رہیں گے۔ لیکن یہ سارے کام دعاؤں سے ہوسکتے ہیں۔ ہمارے اختیار میں تو خود اپنا دل بھی نہیں ہوتا لیکن خدا کے اختیار میں ہمارا بھی دل ہے، ہماری اولادوں کا بھی دل ہے اور اولادوں کی اولادوں کا بھی دل ہے۔۔۔ اس لئے آؤ ہم دعا کریں کہ ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو ہزار پشتوں تک دین کا بوجھ اٹھانے کی توفیق دے اور ہمیشہ ان میں ایسے کامل انسان پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق رکھنے والے ہوں اور اس کے دین کی اشاعت کرنے والے ہوں تاکہ احمدیت اور اسلام کا پیغام دنیا میں پھیل جائے اور ہم خدا تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوجائیں۔"

(الفضل ۱۰ فروری ۱۹۵۶ء)

ہماری ایک اور اہم ذمہ داری جس پر ہمارا ابراہیمی نمونہ اپنانا اور ہماری نسلوں کا خادم دین ہونا موقوف ہے یہ ہے کہ ہم نعمتِ خلافت کی دل سے قدر کرتے ہوئے خلیفۂ وقت کے ساتھ دل سے وابستہ رہیں اور اطاعت اور فرمانبرداری کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھائیں کہ آسمان پر خدا کے فرشتے بھی عش عش کر اٹھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت کو قائم ہی اس لئے فرمایا ہے کہ تا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے متبعین ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کی قوت قدسی سے فیضیاب ہوکر اور اس کی محبت اور اطاعت میں محو ہوکر اور اس کے فرمودات پر بہ دل و جان عمل پیرا ہوکر ابراہیمی نمونہ کو اپنانے کے قابل بنتے اور اپنی نسلوں کو اسمٰعیل بناتے چلے جائیں تا ہر نسل میں ایسے کامل انسان پیدا ہوتے چلے جائیں جو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست تعلق رکھنے والے ہوں اور اس کے دین کی اشاعت کرنے والے ہوں حتیٰ کہ اسلام ساری دنیا میں غالب آجائے اسی لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ خلیفۂ وقت کی

اطاعت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک اہم شرط اور ذمہ واری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہیئے کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہیئے۔ امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے۔" (الفضل ۵ جون ۱۹۳۷ء)

نیز اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی (یعنی خلیفۂ وقت کی) اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔" (الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۴۶ء)

الغرض انصار اللہ ہونے کی حیثیت میں ہماری پہلی **ذمہ واری** یہ ہے کہ ہم ایک طرف غلبۂ اسلام کی خاطر اپنی جانی و مالی قربانیوں کے معیار کو بڑھاتے چلے جائیں اور دوسری طرف تعلق باللہ میں ترقی کر کے خدانمائی کے وصف سے متصف ہوں تا دوسروں کی ہدایت کا وسیلہ ٹھہریں۔

دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ابراہیمی نمونہ کو اپنا کر خود اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو خدا کی راہ میں ہمیشہ وقف رکھیں اور اپنی اولادوں کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ نسل در نسل ہم میں خدمتِ دین کا فریضہ ادا کرنے والے پیدا ہوتے چلے جائیں۔

تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم دنیا بھر میں اسلام کے غالب آنے کے لئے اور ہماری نسلوں میں ہزاروں پشتوں تک دین کا بوجھ اٹھانے والے پیدا ہونے اور ہوتے چلے جانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور درد والحاح سے دعائیں کریں اور ان دعاؤں سے کبھی غافل نہ ہوں۔

چوتھی اور سب سے اہم اور بنیادی ذمہ واری جس کی کما حقہ ادائیگی کے بغیر ہم اپنی کسی بھی ذمہ واری سے عہدہ برآ ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے یہ ہے کہ ہم خلافت کے آسمانی نظام کی دل سے قدر کرتے ہوئے خلیفۂ وقت کے ساتھ محبت اور اس کی اطاعت کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھائیں کہ آسمان پر خدا کے فرشتے عش عش کر اٹھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں اپنی ان ذمہ واریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ہم اپنی ان ذمہ واریوں کو اپنی طاقت اور قوت سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ادا کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِیْقُنَا اِلَّا بِاللہِ۔

(کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

دُنیا میں انسان کو نئی زندگی کامل تبدیلی سے ملتی ہے

کامل تبدیلی ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان کی تمام قوتیں اطاعتِ الٰہی کے نیچے نہ آ جائیں

جس مسلمان کی تمام قوتیں خطِ استقامت پر چلنے لگیں تو ایسا شخص حقیقی معنوں میں مسلمان ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ البقرہ کی آیت بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

۱۔ "نجات یافتہ وہ شخص ہے جو اپنے وجود کو خدا کے لئے اور خدا کی راہ میں قربانی کی طرح رکھ دے۔ اور نہ صرف نیّت سے بلکہ نیک کاموں سے اپنے صدق کو دکھلاوے جو شخص ایسا کرے اس کا بدلہ خدا کے نزدیک مقرر ہو چکا اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

(رپورٹ جلسۂ اعظم مذاہب ص۸۵)

۲۔ "ہماری استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ یعنی یہ کہ قربانی کی طرح میرے آگے گردن رکھ دو۔ ایسا ہی ہم اس وقت درجۂ استقامت حاصل کریں گے کہ جب ہمارے وجود کے تمام ذرّے اور ہمارے نفس کی تمام قوتیں اسی کے کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لئے ہو جائے" (رپورٹ جلسۂ اعظم مذاہب ص۱۳۱)

۳۔ "انسان کا اپنی ذات کو اپنے تمام قویٰ کے ساتھ خدا تعالےٰ کی راہ میں وقف کر دینا اور اپنی معرفت کو احسان کی حد تک پہنچا دینا یعنی ایسا پردہ غفلت درمیان سے اٹھانا کہ گویا خدا تعالےٰ کو دیکھ رہا ہے یہی اسلام ہے بس ایک شخص کو مسلمان اس وقت کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ تمام قوتیں اس کی خدا تعالےٰ کی راہ

لگ جائیں اور اس کے زیر حکم واجب طور پر اپنے اپنے محل پر مستعمل ہوں اور کوئی قوت بھی اپنی خود روی سے نہ چلے یہ تو ظاہر ہے کہ نئی زندگی کامل تبدیلی سے ملتی ہے اور کامل تبدیلی ہرگز ممکن نہیں جب تک انسان کی تمام قوتیں جو اس کی انسانیت کا نچوڑ اور لب لباب ہیں، اطاعت الٰہی کے نیچے نہ آجائیں اور جب تمام قوتیں اطاعتِ الٰہی کے نیچے آگئیں اور اپنے نیچرل خواص کے ساتھ خطِ استقامت پر چلنے لگیں تو ایسے شخص کا نام مسلمان ہوگا۔" (ست بچن صفحہ ۱۴۷ و صفحہ ۱۴۸)

۴۔ "وَجْہُہٗ کے اصل معنی لغت کی رو سے منہ کے ہیں چونکہ انسان منہ سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اور کروڑہا انسانوں میں مابہ الامتیاز منہ سے قائم ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت میں منہ سے مراد استعارہ کے طور پر انسان کی ذات اور اس کی قوتیں ہیں جن کی رو سے وہ دوسرے جانوروں سے امتیاز رکھتا ہے گویا وہ قوتیں اس کی انسانیت کا منہ ہے۔" (ست بچن صفحہ ۱۴۷ حاشیہ)

۵۔ "جو شخص اپنے وجود کو خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قوے کو خدا کی راہ میں لگادے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہوجاوے اور حقیقی نیکی کے بجالانے میں سرگرم رہے سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف و حزن سے نجات بخشے گا۔

یاد رہے کہ یہی اسلام کا لفظ کہ اس جگہ بیان ہوا ہے دوسرے لفظوں میں قرآن شریف میں اس کا نام استقامت رکھا ہے جیسا کہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ہمیں استقامت کی راہ پر قائم کر ان لوگوں کی راہ جنہوں نے تجھ سے انعام پایا اور جن پر آسمانی دروازے کھلے۔ واضح رہے کہ ہر ایک چیز کی وضع استقامت اس کی علّت غائی پر نظر کرکے سمجھی جاتی ہے اور انسان کے وجود کی علّتِ غائی یہ ہے کہ نوع انسان خدا کے لئے پیدا کی گئی ہے پس انسانی وضعِ استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ اطاعت ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کے لئے ہوجائے اور جب وہ اپنے تمام قوے سے خدا کے لئے ہوجائے گا تو بلاشبہ اس پر انعام نازل ہوگا جس کو دوسرے لفظوں میں پاک زندگی کہہ سکتے ہیں۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱۸-۱۹)

۶۔ "بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنی اسلام کے دو ٹکڑے ہیں ایک یہ کہ خدا کی رضا میں ایسا محو ہوجانا کہ اپنی رضا کو چھوڑ کر اس کی رضا جوئی کے لئے اس کے آستانہ پر سر رکھ دینا

اور دوسرے عام طور پر بنی نوع انسان سے نیکی کرنا" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۴)

۷۔ "مسلمان وہی ہے جو اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کا مصداق ہو گیا ہو۔ وجہ منہ کو کہتے ہیں مگر اس کا اطلاق ذات اور وجود پر بھی ہوتا ہے پس جس نے ساری طاقتیں اللہ کے حضور رکھ دی ہوں وہ سچا مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء ص۷۸-۷۹)

۸۔ "سچا اسلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے تاکہ وہ حیاتِ طیبہ کا وارث ہو۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ اس الٰہی وقف کی طرف ایما کر کے فرماتا ہے۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اس جگہ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کے معنے یہی ہیں کہ ایک نیستی اور تذلل کا لباس پہن کر آستانۂ الوہیت پر گرے اور اپنی جان، مال، آبرو غرض جو کچھ اس کے پاس ہے خدا ہی کے لئے وقف کرے اور دنیا اور اس کی ساری چیزیں دین کی خادم بنا دے۔ کوئی یہ نہ سمجھ لیوے کہ انسان دنیا سے کچھ غرض اور واسطہ ہی نہ رکھے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ دنیا کے حصول سے منع کرتا ہے بلکہ اسلام نے رہبانیت کو منع فرمایا ہے۔ یہ بزدلوں کا کام ہے مومن کے تعلقات دنیا کے ساتھ جس قدر وسیع ہوں وہ اس کے مراتب عالیہ کا موجب ہوتے ہیں کیونکہ اس کا نصب العین دین ہوتا ہے۔ اور دنیا (اور) اس کا مال و جاہ دین کا خادم ہوتا ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ دنیا مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حصول دنیا میں اصل غرض دین ہو اور ایسے طور پر دنیا کو حاصل کیا جاوے کہ وہ دین کی خادم ہو جیسے انسان کسی جگہ سے دوسری جگہ جانے کے واسطے سفر کے لئے سواری اور زادِ راہ کو ساتھ لیتا ہے تو اس کی اصل غرض منزل مقصود پر پہنچنا ہوتا ہے نہ کہ خود سواری اور راستہ کی ضروریات۔ اسی طرح پر انسان دنیا کو حاصل کرے مگر دین کا خادم سمجھ کر۔"

(الحکم جلد ۴ ۲۹ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۰۰ء ص۳)

۸۔ "پس میں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ جوش عطا فرمایا ہے کہ اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دکھ ہوگا تب بھی میں اسلام کی خدمت سے رک نہیں سکتا۔" (الحکم جلد ۴ ۳۱ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۰۰ء ص۳-۴)

۹۔ "اسلام اللہ تعالیٰ کے تمام تصرفات کے نیچے آجانے کا نام ہے اور اس کا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے۔ مسلمان وہ ہے جو اپنا سارا وجود خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے بدوں کسی امید پاداش کے۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ۔"

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۲ء ص۶)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَاسْعَوْا اِلٰی بُسْتَانِهِ الرَّیَّانِ

(خدا تعالیٰ کے تروتازہ باغ کی طرف دوڑو)

لَا تَحْسَبُوْا بَرَّ الْفَسَادِ حَدِیْقَةً
تم فساد کے جنگل کو ایسا باغ مت خیال کرو
عَذْبَ الْمَوَارِدِ مُثْمِرَ الْأَغْصَانِ
جس کا پانی میٹھا ہے اور شاخیں پھل دار ہیں۔

لَا تَظْلِمُوْا لَا تَعْتَدُوْا لَا تَجْتَرِءُوْا
ظلم مت کرو، تجاوز مت کرو، دلیری مت کرو
وَتَبَاعَدُوْا عَنْ ذَالِكَ اللَّهَبَانِ
اور اس بھڑکنے والی آگ سے دُور رہو۔

قَدْ جِئْتُكُمْ يَا قَوْمِ مِنْ رَّبِّ الْوَرٰى
میری قوم میں تمہاری طرف خدا کی طرف سے آیا ہوں
بُشْرٰى لِتَوَّابٍ اِذَا لَا قَانِیْ
اس توبہ کرنے والے کو خوشخبری ہو جب وہ مجھ سے ملے

اُرْسِلْتُ مِنْ رَّبِّ الْاَنَامِ فَجِئْتُكُمْ
میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا اور تمہاری طرف آیا۔
فَاسْعَوْا اِلٰی بُسْتَانِهِ الرَّیَّانِ
پس خدا تعالیٰ کے تروتازہ باغ کی طرف دوڑو۔

هٰذَا مَقَامُ الشُّكْرِ اِنَّ مُغِيْثَكُمْ
یہ شکر کا مقام ہے جو تمہارے فریاد رس نے
قَدْ خَصَّكُمْ بِعِنَايَةٍ وَّحَنَانٍ
تم کو عنایت اور مہربانی کے ساتھ خاص کر دیا۔

يَا قَوْمِ قُوْمُوْا طَاعَةً لِّاِمَامِكُمْ
اے میری قوم اپنے امام کے لئے فرمانبردار بنکر کھڑے ہو جاؤ
وَتَبَاعَدُوْا مِنْ مُّعْتَدٍ لَّعَّانٍ
اور اس شخص سے دُور رہو جو حد سے تجاوز کرنیوالا اور لعنت کرنیوالا ہے

قَدْ جَاءَ يَوْمُ اللّٰهِ فَارْنُوْا وَاتَّقُوْا
خدا کا دن آیا ہے سو سوچو اور ڈرو۔
وَتَسَتَّرُوْا بِمَلَاحِفِ الْاِيْمَانِ
اور ایمان کی چادروں سے اپنی پردہ پوشی کرلو۔

(نور الحق حصہ دوم)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کہ ایں تنعّم و عیشت نہ دائما باشد

(تیرا یہ عیش و عشرت دائمی نہیں ہے)

مرا مربّیٔ من زیں گروہ خود کرد است		بجذبۂ کہ نہ حدّش نہ انتہا باشد

میرے مربّی نے مجھے اپنے اس گروہ خاص (عاشقانِ دینِ محمدؐ) میں خود داخل کیا ہے ایسے جذبہ کے ساتھ جس کی حد اور انتہا نہیں ہے

دو چشمِ خلق بہ بیند چو ماہِ پرتوِ من		بشرطِ آنکہ زِ ہر پردہ رہا باشد

خلقت کی آنکھیں میری روشنی کو چاند کی طرح دیکھ سکتی ہیں بشرطیکہ انہیں حجابوں سے نجات حاصل ہو۔

ہزار گونہ نشانہائے صدق بنمایم		بشرطِ آنکہ بصبر امتحانِ ما باشد

مَیں انہیں ہزاروں قسم کے نشان دکھاؤں گا۔ بشرطیکہ صبر سے ہمارا امتحان کیا جائے۔

فلک قریبِ زمیں شد زِ بارشِ برکات		کجاست طالبِ حق تا یقیں فزا باشد

برکتوں کی بارش کی کثرت سے فلک زمین کے قریب آگیا ہے۔ خدا کا طالب کہاں ہے تاکہ اس کا یقین بڑھے

کجا دلے کہ در و خشیتِ خدا باشد		کجاست مردمِ چشمیکہ با حیا باشد

ایسا دل کہاں ہے جس میں خدا کا خوف ہو اور آنکھ کی ایسی پتلی کہاں ہے جس میں شرم و حیا ہو،

بجاہ و منصبِ دنیا مناز اے ہشیار		کہ ایں تنعّم و عیشت نہ دائما باشد

اے سمجھدار انسان دنیوی عزت اور عہدوں پر ناز مت کر کہ تیرا یہ عیش و عشرت دائمی نہیں ہے

چہ خواب بگذرد ایں وقتِ خوش کہ میدارئی		طمع مدار کہ ایں حال را بقا باشد

تیرا یہ اچھا زمانہ خواب کی طرح گزر جائے گا ۔ یہ امید مت رکھ کہ یہ حال ہمیشہ اسی طرح باقی رہے گا

(تریاق القلوب)

میں ہر گھرانے کو مخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں

قبل اس کے کہ خدا کا عذاب وارد ہو اپنی اصلاح کی فکر کرو اور خدا سے ڈرو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"ہمارے معاشرہ میں خاص طور پر اور دنیا کے مسلمانوں میں عام طور پر بیسیوں، سینکڑوں شاید ہزاروں بدرسمیں داخل ہو چکی ہیں۔ احمدی گھرانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ تمام بدرسوم کو جڑ سے اکھیڑ کر اپنے گھروں سے باہر پھینک دیں۔ چونکہ بدرسوم کا مسلم معاشرہ میں داخلہ زیادہ تر عورتوں کی راہ سے ہوتا ہے اس لئے آج میری پہلی مخاطب میری بہنیں ہی ہیں گو عام طور تمام احباب جماعت اور افراد جماعت مرد ہوں یا عورتیں وہ میرے مخاطب ہیں۔ میں نے بتایا ہے کہ سینکڑوں ہزاروں بدرسوم ہمارے معاشرہ میں ہماری زندگی میں داخل ہو چکی ہیں۔ کچھ پنجاب میں ہونگی کچھ دوسری سرحد میں ہونگی کچھ سندھ میں ہونگی، کچھ مصر میں، کچھ انڈونیشین احمدیوں میں آگئی ہونگی۔ ہم نے ہر گھر اور ہر مقام اور ہر شہر اور ہر ملک کے احمدی گھرانوں سے ان بدرسوم کو باہر نکال کے پھینکنا ہے۔ یہ ہمارا مقصد ہے اس کی تفصیل میں میں اس وقت نہیں جا سکتا کیونکہ مجھے تکلیف بھی ہے اور گرمی بھی بہت ہے۔ لیکن میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آج اے میری محترم بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار پڑھ کر سناؤں۔ ایک ایسا اشتہار جو حضور نے ۱۸۸۵ء میں دیا تھا اس کے بعض حصے میں سنانا چاہتا ہوں آپ غور سے سنیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ✻ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اشتہار بغرض تبلیغ و انذار

"چونکہ قرآن شریف و احادیث صحیحہ نبویہ سے ظاہر و ثابت ہے کہ ہر ایک شخص سے اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے سوال کیا جائے گا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے انکو سمجھایا اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں اس لئے میں نے قیامت کی باز پرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان مستورات اور دیگر متعلقین کو (جو ہمارے رشتہ دار و اقارب و واسطہ دار ہیں) ان کی بیجا رسوم و بدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے خبردار کروں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیئے۔ ہر چند سمجھایا گیا۔ یہ کچھ سنتے نہیں۔ ہر چند ڈرایا گیا کچھ ڈرتے نہیں۔ اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھ کر کوئی

عذاب ہیں۔ اسلئے ہم نے ان لوگوں کے بُرا ماننے اور بُرا کہنے اور ستانے اور دکھ دینے سے بالکل لاپرواہ ہو کر محض ہمدردی کی راہ سے حق نصیحت پورا کرنے کے لئے بذریعہ اس اشتہار کے ان سب کو اور دوسرے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھول کر آواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اسکے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ لیکن ہمارے گھروں میں جو بد رسمیں پڑ گئی ہیں۔ اگرچہ وہ بہت ہیں مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں تا نیک بخت عورتیں خدا تعالیٰ سے ڈر کر انکو چھوڑ دیں اور وہ یہ ہیں

(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ پر لانا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں پکڑ لیں کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہیں۔ یعنی خدا کا مال اور ملک تھا اُسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے لے اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلا کر رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہو گیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں ہیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۳) سوم سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی ہوتے ہیں۔ حرام خور عورتیں شیطان کی بہنیں جو دور دور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر اور فریب سے منہ کو ڈھانک کر اور بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں انکو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کے لئے صدہا روپے کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے اس غرض سے کہ تا لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت کر دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کوئی بڑا بھارا گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوی ہو گئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی

ہیں۔ خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے جس عورت کو اللہ اور رسول پیارا ہے اس کو چاہیئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

۵۔ ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

۶۔ ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور رکھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں اور آتشبازی چلانا اور کنجروں اور ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے۔ گناہ سر پر چڑھتا ہے صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے۔ یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دے۔

۷۔ ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی ہے (یہ ایک بنیادی چیز ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دلائی ہے) بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہیں اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں جیسے چیچک کی پوجا۔ بعض فرضی بیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں مرد نہ کھاوے۔ یا کوئی حقہ نوش نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد ذلت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے جس کا انتہا نہیں والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ خاکسار غلام احمد از قادیان

(منقول از الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کالم ۲ بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۴۸)

...... اس وقت اصولی طور پر ہر گھرانے کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں اور جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کریگا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسول اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور وہ اس طرح جماعت سے نکال کے باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی پس قبل اسکے کہ خدا کا عذاب کسی قہری رنگ میں آپ

سزاوار ہو یا اس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیر کے رنگ میں آپ پر وارد ہو اپنی اصلاح کی فکر کرو اور خدا سے ڈرو ...

سیرت حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

بحیثیت مظہر کامل صفتِ رحمانیت

(از مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ احمدیہ)

اللہ تعالےٰ کی صفات میں رحمٰن اس کی ایک مشہور صفت ہے جس کا قرآن کریم میں بار بار ذکر آتا ہے رحمٰن اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو بلا مبادلہ اور بغیر کسی کوشش اور سعی اور محنت کے احسان کرتی ہے۔ چنانچہ عربی زبان کے ماہرین کہتے ہیں۔

الرحمٰن اسم عام فی جمیع انواع الرحمۃ ۔ یختص بہ اللہ تعالیٰ

(فتح البیان جلد اوّل)

یعنی رحمٰن ایک ایسی صفت ہے جو رحمت کی تمام اقسام پر حاوی ہے اور یہ صفت صرف اللہ تعالےٰ کے لئے خاص ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا الرحمٰن خلقت الرحم و شققت لھا اسماً من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا قطعتہ (ترمذی جلد ۲ باب ما جاء فی قطیعۃ الرحم)

یعنی میں رحمٰن ہوں میں نے رحم پیدا کیا ہے اور اپنے نام سے اس کا نام نکالا پس جو رحمی تعلقات کو جوڑے وہ مجھ سے تعلقات کو جوڑتا ہے اور جو اسے قطع کرے وہ میرے تعلق کو قطع کرتا ہے۔

عربی زبان کے قواعد کی رو سے یہ امر ثابت ہے کہ رحمان، فعلان کے وزن پر ہے اور جو الفاظ اس وزن پر آتے ہیں وہ پھیلاؤ، وسعت اور غلبہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے رحمٰن کے معنی ہیں نہایت وسیع رحمت والا۔ اور وسعت رحمت کل شئی کے مطابق رحمٰن کے معنی ہیں بے انتہا رحم کرنے والا جس کی رحمت سے دنیا کی کوئی چیز باہر نہیں، مومن اور کافر انسان اور حیوان سب اس کی رحمت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور رحمانیت کے جلوے

جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں دو نقطہ نگاہ سے اس میں رحمانیت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ آپؐ کی ساری زندگی میں جو سلوک اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے کیا وہ رحمانیت کے جلووں سے پُر ہے۔ اور آپؐ کا وجود خدا تعالےٰ کی صفت رحمانیت کے ظہور کا ایک زندہ ثبوت ہے چنانچہ پیدائش سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے لے کر دعوئے نبوت تک اور پھر دعوئے نبوت سے لے کر آپؐ کے وصال تک خدا تعالےٰ نے آپ پر اس قدر احسانات کئے ہیں کہ ان کو دیکھ کر ایک شدید سے شدید مخالف کے لئے بھی خدا تعالےٰ کے رحمٰن ہونے کا اقرار کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔ قرآن کریم نے ان بے شمار انعامات کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى وَ وَجَدَكَ ضَاۤلًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَاۤئِلًا فَاَغْنٰى (سورۃ الضحیٰ)

یعنی اے محمد رسول اللہ! کیا خدا نے تجھے یتیم پاکر اپنے زیر سایہ جگہ نہیں دی اور کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب اس نے تجھے خدا تعالےٰ کی محبت اور اپنی قوم کی اصلاح میں سرگرداں پایا تو اس نے تجھے صحیح راستہ بتا دیا اور جب اس نے تجھے کثیر العیال پایا تو اپنے فضل سے تجھے غنی کر دیا۔

ان آیات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ اجمالی رنگ میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ ابھی رحم مادر میں ہی تھے کہ آپؐ کے والد محترم فوت ہو گئے اور آپؐ یتیم ہو گئے مگر اللہ تعالےٰ کی رحمانیت نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور آپؐ کے پیدا ہوتے ہی آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے دل میں آپؐ کی ایسی محبت پیدا کر دی کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی آپؐ کا اپنی آنکھوں سے اوجھل ہونا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ بڑے ناز اور محبت کے ساتھ آپؐ کی پرورش فرماتے رہے۔ اسی طرح جب آپؐ کے لئے دودھ پلانے والی دایہ کی ضرورت ہوئی تو پھر اللہ تعالےٰ کی رحمانیت آگے بڑھی اور وہ حلیمہ سعدیہ کو آپؐ کے دروازہ پر کھینچ لائی۔ حلیمہ ایک غریب عورت تھی جسے مکہ کا کوئی خاندان اپنا بچہ سپرد کرنے کے لئے تیار نہ تھا مگر اللہ تعالےٰ نے اس کی غربت اور بے بسی کو دیکھ کر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا لعل بے بہا اس کی گود میں ڈال دیا اور پھر اس کے دل میں بھی آپؐ کی ایسی محبت پیدا کر دی کہ اگر آپؐ ذرا اِدھر اُدھر ہو جاتے تو وہ اپنے بچوں کو ڈانٹتی کہ تم اسے کیوں چھوڑ آئے ہو۔ پھر عبدالمطلب فوت ہوئے تو خدا تعالےٰ کی رحمانیت نے ابوطالب جیسا چچا آپؐ کو دے دیا جس نے

نہایت تکلیف دہ گھڑیوں میں بھی آپؐ کا ساتھ دیا۔ جوان ہوئے تو خدا تعالےٰ کی صفتِ رحمانیت نے حضرت خدیجہ رضؓ کی نیکیوں کو دیکھ کر ان کے دل میں آپؐ کی محبت پیدا کر دی اور انہوں نے خود آپ کو شادی کا پیغام پہنچایا۔ دوستوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو خدا تعالےٰ کی صفتِ رحمانیت نے ابوبکرؓ جیسے وفا شعار دوست آپؐ کو مہیا کر دیئے۔ پھر جب قوم کی گری ہوئی حالت کو دیکھ کر آپؐ کا دل بے تاب ہؤا۔ اور غارِ حرا میں آپؐ نے گریہ و زاری سے اپنی سجدہ گاہ کو تر کر دیا۔ تو

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

کے مطابق خدا نے رحمٰن نے آپؐ کو چُنا اور دنیا کی ہدایت کے لئے آپؐ پر قرآن حکیم کی صورت میں اپنا بے نظیر کلام نازل فرمایا۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی اللہ تعالےٰ کی صفتِ رحمانیت کے ظہور کا ایک زندہ ثبوت ہے اور آپؐ پر نازل ہونے والا کلام بھی خدا تعالےٰ کے رحمٰن ہونے پر شاہد ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے

اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا

یعنی وہ رحمٰن ہے پس اے انسان جب بھی تُو اس کے متعلق سوال کرے تو خبیر سے سوال کر جو بہت باخبر ہے اور ٹھیک ٹھیک جواب دے سکتا ہے۔ یعنی اگر تم رحمٰن خدا کی تلاش میں ہو اور تم رحمٰن خدا کا پتہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ تو جو وجود اللہ تعالےٰ کی صفات کا سب سے بڑھ کر عرفان رکھنے والا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور دریافت کرو۔ وہ خبیر ہونے کی وجہ سے تمہیں بتائے گا کہ رحمٰن خدا کہاں ہے اور تم اس سے کس طرح تعلق قائم کر سکتے ہو۔ گویا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود خدا تعالےٰ کی صفتِ رحمانیت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صفتِ رحمٰن کے مظہرِ اتم ہیں

پھر دوسرے نقطۂ نگاہ کے لحاظ سے صفتِ رحمٰن کا تعلق آپؐ کے ساتھ یہ ہے کہ آپ رحمانیت کے مظہرِ اتم ہیں آپؐ نہ صرف بنی نوع انسان کے لئے بلکہ حیوانوں تک کے لئے محسنِ اعظم ہیں۔ آپؐ نے کسی بدلہ اور انعام کی غرض سے بالا ہو کر احسانات کئے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

یعنی اے محمد رسول اللہ! یہ عظیم الشان کلام جو ہم نے تجھ پر نازل کیا ہے اسے لوگوں تک پہنچانے اور انہیں اس لازوال دولت سے متمتع کرنے کے لئے تیرے دل میں اپنی نوع انسان کی ہدایت کی اتنی شدید

تڑپ پائی جاتی ہے کہ شائد تو اپنی جان کو ہلاک کر لے گا کہ کیوں یہ لوگ اس کتاب مبین پر ایمان نہیں لاتے جو ان کی دنیوی اور اُخروی بہبود کے لئے نازل کی گئی ہے۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان سے اتنی شدید محبت تھی کہ آپؐ ان کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر رہے تھے اور آپؐ کی یہ ہمدردی، پیار اور محبت کسی دنیوی منفعت کے خیال سے نہ تھی۔ پھر ایک دو سے نہیں تھی، صرف دوستوں اور پیاروں سے ہی نہیں تھی۔ صرف مومنوں سے ہی نہیں تھی بلکہ کافروں اور منافقوں سے بھی تھی اور دنیا کا کوئی بھی فرد آپؐ کی ہمدردی اور احسانات سے باہر نہیں رہا۔ حضرت مسیحؑ کے متعلق تو انجیل کہتی ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور اس نے کہا اے استاد مجھے وہ تعلیم سنا جو تو اپنی قوم کو دیتا ہے مگر انہوں نے کہا میرے پاس تیرے لئے کچھ نہیں، یہ تعلیم صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے جو میرے بیٹے ہیں اور بیٹوں کی روٹی میں کتوں کے آگے کیسے پھینک سکتا ہوں۔

(متی باب ۱۵ آیت ۲۶)

مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

یعنی ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ خدائے رحمٰن کے کامل مظہر ہونے کی وجہ سے رحمت تھے عرب کے لئے، آپؐ رحمت تھے عجم کے لئے، آپؐ رحمت تھے احمر اور اسود کے لئے، آپؐ رحمت تھے شرق و غرب کے لئے، آپؐ کی رحمت اور ہمدردی اور احسان اتنے وسیع تھے کہ زمان و مکان کی حدبندیوں کو توڑتے ہوئے نکل گئے اور صدیوں کے بعد صدیاں گزرتی ہیں مگر وہ ختم نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس دنیا کی صف لپیٹ دے۔

الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالےٰ کی صفتِ رحمانیت کے مظہر اتم تھے۔ آپؐ کو بنی نوع انسان سے جو محبت اور ہمدردی تھی اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ماں کی محبت طبعی ہوتی ہے، وہ بچے سے کسی نفع کی امید سے بالا ہو کر محبت کرتی ہے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو محبت بنی نوع انسان سے تھی ماں کی محبت کی اس کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

آں محبت ہا کہ از وے خلق دید

کس نہ دیدہ در جہاں از مادرے

یعنی محبت کے جو نظارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخلوقِ خدا نے مشاہدہ کئے وہ کسی نے ماں سے بھی نہیں دیکھے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس مقام رحمانیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے
قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
یعنی اے محمد رسول اللہ تو اعلان کر کہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

آپؐ کو نہ اپنے کھانے کی پرواہ تھی نہ پینے کی پرواہ تھی نہ نیند اور آرام کی پرواہ تھی۔ آپؐ لوگوں کو ہلاکت کے گڑھے سے بچانے اور انہیں نجات اور سلامتی کی راہ دکھانے کے لئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کرتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔

الغرض آپؐ کی تمام زندگی خلقِ خدا کی محبت۔ ہمدردی۔ غمگساری اور خدمت میں گزری اور کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرنا آپ کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا بلکہ برملا یہ اعلان کرتے رہے۔
مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ
اے لوگو! میں تم سے کسی اجر کا متمنی نہیں ہوں۔

غرض جس طرح اللہ تعالیٰ صفتِ رحمٰن کے ماتحت بلامبادلہ رحم کرتا ہے۔ اسی طرح محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم خدائے رحمٰن کا کامل مظہر بن کر ساری زندگی مخلوقِ خدا کی خدمت میں مشغول رہے۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر اور خطرناک مشکلات کا سامنا کرکے آپؐ نے نوع انسان کے لئے جودوسخا کا چشمہ جاری کیا جو ہمیشہ جاری رہے گا۔

رحمانیت اور محمدیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جب ہمارے آقا خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان دونوں صفات رحمٰن اور رحیم کو ایک وجود میں جمع کر دے۔ چنانچہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں یہ دونوں صفات جمع کر دیں ...... اور اس نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام محمد اور احمد رکھا۔ جیسا کہ اس نے اپنا نام رحمٰن اور رحیم رکھا۔ پس اسم محمد نے صفتِ رحمٰن کی چادر پہنی اور جلال اور محبوبیت کے لباس میں جلوہ گر ہوا اور اپنے فیض اور احسان کی وجہ سے بار بار تعریف کیا گیا ..... اس کی تفصیل یوں ہے کہ اہل عرفان کے نزدیک اس صفتِ رحمٰن کی حقیقت یہ ہے کہ ہر جاندار کو انسان ہو یا غیر انسان بغیر کسی سابقہ عمل کے

محض احسان کے طور پر فیض پہنچایا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں اور نہ اختلاف کی کوئی گنجائش ہے کہ اس قسم کا خالص احسان ...... جو کسی عمل کے بدلہ میں نہ ہو مومنوں کے دلوں کو ثناء مدح اور حمد کی طرف کھینچتا ہے اور وہ خلوصِ قلب اور صحتِ نیت سے اپنے محسن کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔ اس بناء پر رحمٰن یقیناً محمد یعنی قابلِ تعریف بن جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی منعم ہستی جو بغیر کسی حق کے احسان کرتی ہے اس کی ہر شخص حمد کرے گا جس پر انعام کیا گیا ہے اور یہ بات انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ پھر جب اتمامِ نعمت کے باعث حمد اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو وہ کامل محبت کی جاذب بن جاتی ہے اور ایسا محسن اپنے تمام محبوں کی نظر میں نہایت قابلِ تعریف اور محبوب بن جاتا ہے۔ اور یہ صفتِ رحمانیت کا نتیجہ ہے۔ اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رحمٰن محمد ہے اور محمد رحمٰن ہے۔ بلاشبہ ان دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ اور اس حق و حکمت کا انکار سخت جاہل ہی کرے گا۔" (اعجاز المسیح)

ترقی چاہتے ہو تو ایک موت اختیار کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہیئے کہ ایک موت اختیار کرے، نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شے پر مقدم رکھے۔ بہت سی ریاکاریوں اور بیہودہ باتوں سے انسان تباہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا جاوے تو لوگ کہتے ہیں کہ برادری کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا۔ ایک حرام خور کہتا ہے کہ بغیر حرام خوری کے گزارہ نہیں ہو سکتا جب ایک حرام گزارہ کے لئے انہوں نے حلال کر لیا تو پوچھو کہ خدا کیا رہا؟ اور خدا کے واسطے تم نے کیا کیا؟ ان سب باتوں کو چھوڑنا موت ہے جو بیعت کر کے اس موت کو اختیار نہیں کرتا تو پھر یہ شکایت نہ کرے کہ مجھے بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔" (البدر ۱۶ نومبر ۱۹۰۳ء ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۲۸)

المصلح الموعودؓ کی بعض علامات اور ان کا ظہور

مکرم اخوند فیاض احمد صاحب لاہور

۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں فقرہ "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" سے پہلے ایک فقرہ ہے جو عطف "اور" کے ذریعہ اس فقرہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دونوں فقروں کی عبارت یہ ہے

"ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

پس مصلح موعودؓ کی علامت "خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" کا گہرا تعلق اس امر سے ہے جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے"۔

اسی طرح الفاظ "وہ جلد جلد بڑھے گا" کے بعد تین فقرات مسلسل عطف "اور" کے ذریعہ ان الفاظ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور یہ پوری عبارت یوں ہے۔

"وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی"۔

یہ عاجز سمجھتا ہے کہ اوپر کے فقرات پر مشتمل الہامی عبارت میں بنیادی فقرہ یہ ہے۔

"ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے"۔

اور بعد کی عبارت میں جو پیشگوئیاں موجود ہیں وہ اس بنیادی امر کے عظیم الشان نتائج کی طرف اشارہ کرتی ہیں

مصلح موعودؓ حسن و احسان میں مسیح موعودؑ کا نظیر ہے

ہمیں یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیئے کہ المصلح الموعودؓ کو اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا "حسن و احسان میں نظیر" قرار دیا ہے۔ اس لئے الہامی پیشگوئیوں میں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عملی کارناموں میں جو "حسن" اور "احسان" ہمیں ملتا ہے وہ اس عظیم الشان "حسن" اور اس عظیم الشان "احسان" کا عکس ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے طفیل اور قرآن مجید اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالےٰ کی طرف سے امام الزمان، ادیرِ دوراں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کیا گیا تھا
چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام "براھین احمدیہ" حصہ چہارم میں مندرجہ ذیل الہامات اور ان کا ترجمہ و تشریح تحریر فرماتے ہیں۔

يُحْيِي الدِّيْنَ وَ يُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ
زندہ کرے گا دین کو اور قائم کرے گا شریعت کو
يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ - يَا مَرْيَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ - يَا أَحْمَدُ اسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ
نَفَخْتُ فِيْكَ مِنْ لَّدُنِّيْ رُوْحَ الصِّدْقِ۔

اے آدم - اے مریم - اے احمد! تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ - میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے۔

فرمایا۔ "اور یہ نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور پھر بطور تبعیت اور وراثت کے بعض افرادِ خاصہ امتِ محمدیہ کو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔" (بحوالہ تذکرہ طبع دوم ص۸۲)
یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "نظیر اور عظیم الشان موعود کی حیثیت سے المصلح الموعودؓ افراد خاصہ امتِ محمدیہ میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفخ روح عطا ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی کہ

"ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔"

اور اس نفخ روح کی پیشگوئی کے بعد فرمایا
"اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل تحریر درباره مصلح موعودؓ میں بھی اوپر کے الہامات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:-

"اس جگہ بفضلہ تعالیٰ و احسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کرکے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔" (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

پیشگوئی مصلح موعود رضؓ کی عبارت
"ہم اُس میں اپنی رُوح ڈالیں گے .... اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔"
عملی تفسیر ہے پیشگوئی کے مقاصد والی الہامی عبارت کے اس آخری فقرہ کی کہ
"اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔"
کیونکہ از روئے الہام الٰہی کہ
"ہم اُس میں اپنی رُوح ڈالیں گے"
مصلح موعود رضؓ ایک خاص خدانما وجود ہے۔ اِس کی تائید اس کے متعلق ایک دوسرے الہام سے بھی ہوتی ہے جو یہ ہے کہ

كَأَنَّ اللهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو الہام نفخت فیك من لدنی روح الصدق کے ساتھ جو الہام ہوا تھا کہ

يُحْيِ الدِّيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ

یعنی زندہ کرے گا دین کو اور قائم کرے گا شریعت کو
یہی مقصد پیشگوئی مصلح موعود رضؓ کے مقاصد والی الہامی عبارت کے اوپر درج شدہ آخری فقرہ میں پایا جاتا ہے۔ اور اسی عظیم الشان مقصد کی تحت میں مصلح موعود رضؓ کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔
"وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"

رؤیا مصلح موعودؓ مصلح موعود رضؓ کی صفت "وہ جلد جلد بڑھے گا" کے ساتھ تعلق ہے ان تمام صفات کا "اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"
اِس امر کی پوری پوری تائید اس عظیم الشان رؤیا سے بھی ہوتی ہے۔ جو حضرت مصلح موعود رضؓ کو ۵ اور ۶ جنوری ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب کو کوٹھی نمبر ۱۳ ٹیمپل روڈ لاہور میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دکھایا گیا جو الفضل کی اشاعت مورخہ ۲۰ تبلیغ ۱۳۲۳ ہش میں پھر شائع ہوا ہے اس رؤیا میں حضور رضؓ کو نہایت تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے دکھایا

گیا ہے جو تصویری اظہار ہے اس صفت کا کہ "وہ جلد جلد بڑھے گا" حضور رضؓ فرماتے ہیں :-

" مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑ رہا ہوں اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جارہی ہے کہ میلوں میل ایک آن میں طے کرتا جا رہا ہوں۔"

پھر فرمایا :- " رؤیا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے اس میں اس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا تو اس اس طرح سے دوڑے گا اور پھر فلاں جگہ جائے گا چنانچہ رؤیا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پہلی پیشگوئی کے عین مطابق ہے اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کروں گا اور اس رستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہوں گے۔"

رؤیا میں نہایت تیز دوڑنے اور ایک خاص راستہ اختیار کرنے کے نتیجہ میں دنیا میں بہت اہم تغیرات کی نشان دہی کی گئی اور یہ پیشگوئی مصلح موعود رضؓ کے الہامی الفاظ کے عین مطابق ہے کہ

" وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔"

"نفخ روح" کی پیشگوئی میں مخفی بعض اور پیشگوئیاں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ
وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ
اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ (سورہ ص ع ۵)

ترجمہ :- "(یاد کر) جبکہ تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں پس جب میں اسے مکمل کرلوں اور اس میں اپنا کلام ڈال دوں تو تم لوگ فرمانبرداری کے ساتھ اس کے آگے جھک جاؤ پس رب کے سب ملائکہ نے اس کی فرمانبرداری اختیار کرلی سوائے ابلیس کے جس نے تکبر کیا اور وہ پہلے ہی کافر تھا (اللہ نے) فرمایا۔ اے ابلیس تجھے کس نے اس بات سے روکا کہ جس کو

میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا تھا اُس کی فرمانبرداری کرتا۔ کیا تُو نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا یا تو واقعہ میں میرے حکم ماننے سے بالا ہے۔ (شیطان نے کہا کہ میں کم سے کم اس شخص (یعنی آدم) سے اچھا ہوں۔" (تفسیر صغیر)

یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے "نفخِ روح" عطا ہوا تو متکبر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے ابلیس نے آدم کی اطاعت سے انکار کر دیا اور ہمیشہ خلقِ خدا کو بہکانے اور بغاوت اور فساد پر آمادہ کرتے رہنے کا بیڑہ اٹھالیا۔

نیز قرآن مجید میں حضرت مریمؑ کے بارہ میں بھی ارشاد ہے۔ فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا (الانبیاء ع ۶) اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ پر اپنوں اور پرایوں میں سے دشمنوں نے نہایت گندے اور ذلیل الزامات لگائے تھے۔

پس اس الٰہی سنت کے مطابق ضروری تھا کہ المصلح الموعودؓ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

"ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے"

کو بھی اور آپؓ کی جماعت کو بھی منافقوں اور اپنے آپ کو "بڑا" سمجھنے والوں کی طرف سے شدید ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑتا لیکن اللہ تعالےٰ نے قبل از وقت ساتھ ہی پیشگوئی فرمادی تھی

"اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

یعنی باوجود انتہائی کوششوں اور ایڑی چوٹی کا زور لگا دینے کے، کوئی متکبر کوئی منافق اور کوئی مائی کا لال خدا تعالےٰ کے محبوب المصلح الموعودؓ اور آپ کے متبعین کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔ پس خدا کا یہ الہام کہ

"خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

بھی اس الٰہی سنت کے ماتحت ہے جو قرآن مجید میں "متکبر" اور لعین ابلیس کے چیلنج کے جواب میں فرمایا تھا کہ

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (الحجر ع ۳)

یعنی جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کبھی تسلط نہیں ہوگا

اسی الہامی پیشگوئی کے مطابق کہ

"خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا"

ایسے حالات میں جبکہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور کہنے والے لوگ الگ ہو گئے تھے اور دوسروں کو ورغلا رہے تھے اور جماعت کے خزانہ میں چند آنے کی رقم باقی تھی خدا کے اولوالعزم بندے المصلح الموعودؓ نے پورے جوش اور یقین کے ساتھ یہ نعرہ لگایا۔

"کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے۔"

اور تاریخ شاہد ہے۔ خواہ وہ ۱۹۱۴ء کے واقعات کی تاریخ ہو یا ۱۹۲۵ء کے واقعات کی یا ۱۹۴۷ء کے واقعات کی یا ۱۹۵۳ء کے واقعات کی۔ خواہ وہ تقسیم ملک سے قبل کی تاریخ ہو یا تقسیم کے بعد کی۔ خواہ وہ برصغیر میں احمدیت کی تاریخ ہو یا اکناف عالم میں احمدیت کے نفوذ اور ارتقاء کی تاریخ ہو۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ہر لمحہ اور زمین کے تمام کناروں کی تاریخ شاہد ہے کہ وہ خدا یقیناً ایک زندہ خدا ہے جس نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج الہامات میں یہ فرمایا تھا کہ

"اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔"

اور وہ بندہ المصلح الموعود رضی اللہ عنہ یقیناً خدا کا محبوب اور سچا بندہ ہے جس کے متعلق ہمارے خدا نے یہ الفاظ کہے ہیں۔

اب یہ عاجز حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک نہایت پُر شوکت تحریر پیش کرتا ہے۔ جو یہ ہے۔

"یہ احمدیت کا پودا کوئی معمولی پودا نہیں۔ یہ اس (خدا تعالیٰ) نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور وہ خود اُس کی حفاظت کرے گا اور مخالف حالات کے باوجود کرے گا۔ دشمن پہلے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے مگر یہ پودا ان کی حسرت بھری نگاہوں کے سامنے بڑھتا رہا۔ تاریکی کے فرزندوں نے پہلے بھی حق کو دبانے کی کوشش کی مگر حق ہمیشہ ابھرتا رہا اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی طرح ہوگا۔ یہ چراغ وہ نہیں جسے دشمن کی پھونکیں بجھا سکیں۔ یہ درخت وہ نہیں جسے عداوت کی آندھیاں اکھاڑ سکیں۔ مخالف ہوائیں چلیں گی، طوفان آئیں گے، مخالفتوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا اور لہریں اچھالے گا مگر یہ جہاز جس کا ناخدا خود خدا ہے پار لگ کر ہی رہے گا۔" (الفضل ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء)

"وہ جلد جلد بڑھے گا"

الہام الٰہی کہ

"وہ جلد جلد بڑھے گا۔"

اور اس الہام سے منسلک دوسرے الہامات میں جو پیشگوئیاں موجود ہیں سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ ان پیشگوئیوں کا نہایت روشن طور پر پورا ہو جانا اپنوں اور بیگانوں سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ چنانچہ خود غیر مبایعین کے ہفت روزہ "دی لائٹ" نے حضور کی وفات پر اپنی اشاعت مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۶۵ء میں یہ گواہی دی کہ حضور کے ۵۲ سالہ عہدِ خلافت میں آپ کی جماعت نے حیران کن ترقی کی ہے۔ (بحوالہ انصار اللہ دسمبر ۱۹۶۵ء و فروری ۱۹۷۰ء)

میرے نزدیک اس الہام میں یہ پیشگوئی بھی مخفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام کی خدمت کا انتہائی جوش ہوگا کیونکہ بغیر کسی جوش اور تڑپ کے انسان مقصد کے حصول کی خاطر جلد جلد قدم نہیں بڑھا سکتا۔ چنانچہ اپنے اسی جذبہ اور جوش کا ذکر حضور ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

"مَیں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو میں اپنی اس خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں کہ کب سے ہے۔ مَیں جب دیکھتا تھا تو اپنے اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ پھر اتنا ہو اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں میں نہیں سمجھتا تھا اور نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جوش اس اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا۔ ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پرانا رہا ہے۔ غرض اسی جوش اور خواہش کی بناء پر میں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ میرے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کا کام ہو اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میری ان دعاؤں کے جواب میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں۔۔۔ اور اب میں یقین رکھتا ہوں کہ دنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ ہوگی اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گزرے گا جس میں میرے شاگرد نہ ہوں گے۔" (تقریر منصب خلافت)

یہ تو تھی اس جذبہ و جوش کی ایک جھلک جو آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا جس کا عملی نتیجہ اس پیشگوئی کا ظہور ہے کہ　　"وہ جلد جلد بڑھے گا۔"

اس کے بعد اس پیشگوئی اور منسلکہ پیشگوئیوں کے عملی ظہور کی ایک جھلک بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اپنی ہی ایک عظیم الشان تحریر سے خوب واضح ہوتی ہے حضورؓ فرماتے ہیں:-

"وہ خدا جس نے قرآن شریف نازل کیا ہے۔ وہ خدا کہ جس نے اس دنیا کے لئے ایک روحانی نظام بنایا ہے جس کے ماتحت یہ دنیا ترقی کر رہی ہے۔ وہ خدا جس نے احمد علیہ السلام مسیح موعود و مہدی معہود کو بتایا تھا کہ وہ ان کی ذریت سے ۱۸۸۶ء سے لے کر نو سال کے اندر ایک لڑکا پیدا کرے گا۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے جلد جلد ترقی کرے گا اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور اسلام کو دنیا میں پھیلا کر اسیروں کی رستگاری اور مُردوں کے احیاء کا موجب ہوگا اس کی بات پوری ہوئی اور اس کا کلمہ اونچا رہا۔ ہر روز جو طلوع ہوتا تھا وہ میری کامیابی کے سامانوں کو ساتھ لاتا تھا۔ ہر روز جو غروب ہوتا تھا وہ میرے دشمنوں کے تنزل کے اسباب چھوڑ جاتا تھا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو میرے ذریعے دنیا میں پھیلا دیا اور قدم قدم پر خدا تعالیٰ

نے میری راہ نمائی کی اور بیسیوں موقعوں پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا یہاں تک کہ ایک دن اس نے مجھ پر یہ ظاہر کردیا کہ میں موعود فرزند ہوں جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء میں میری پیدائش سے تین سال پہلے دی تھی۔ اس وقت سے خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور بھی زیادہ دوربڑھ گئی اور آج دنیا کے ہر براعظم پر احمدی مشنری اسلام کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔ . . . . ہمارے ذریعہ سے پھر قرآنی حکومت کا جھنڈا اونچا کیا جا رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلاموں اور الہاموں سے یقین اور ایمان حاصل کرتے ہوئے ہم دنیا کے سامنے پھر قرآنی فضیلت کو پیش کر رہے ہیں۔ گو دنیا کے ذرائع ہم سے کروڑوں کروڑ گنے زیادہ ہیں لیکن دنیا خواہ کتنا ہی زور لگائے، مخالفت میں کتنی ہی بڑھ جائے، یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ سورج ٹل سکتا ہے ستارے اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں، زمین اپنی حرکت سے رُک سکتی ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی فتح میں اب کوئی شخص روک نہیں بن سکتا۔ قرآن کی حکومت دوبارہ قائم کی جائے گی اور دنیا اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں یا انسانوں کی پوجا چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے گی اور باوجود اس کے کہ دنیا کی حالت اس وقت قرآنی تعلیم کو قبول کرنے کے خلاف ہے، اسلام کی حکومت پھر قائم کردی جائے گی، ایسی طرح کہ پھر اس کی جڑوں کو ہلانا انسان کے لئے ناممکن ہوجائے گا اس شیطان کی برباد کردہ دنیا کے جنگل میں خدا نے پھر ایک بیج بویا ہے۔ میں ایک ہوشیار کرنے والے کی صورت میں دنیا کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ بیج بڑھے گا، ترقی کرے گا پھیلے گا، اور پھلے گا اور وہ روحیں جو بلند پروازی کا اشتیاق رکھتی ہیں جن کے دلوں کے مخفی گوشوں میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ملنے کی تڑپ ہے، وہ ایک دن اپنے مادی خوابوں سے بیدار ہونگی اور بے تاب ہوکر اس درخت کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے لئے دوڑیں گی تب اس دنیا کے فساد دُور ہوجائیں گے، اس کی تکلیفیں مٹادی جائیں گی، خدا تعالیٰ کی بادشاہت پھر اس دنیا میں قائم کردی جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے لئے سب سے قیمتی متاع قرار پائے گی۔" (دیباچہ تفسیر القرآن)

پس یہ مختصر خاکہ ہے ان عظیم الشان کارناموں کا جو سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ الہامی پیشگوئی مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی روشنی میں ظاہر ہوئے اور ان تمام کارناموں کا جو رہتی دنیا تک جگمگاتے رہیں گے لازمی اور آخری نتیجہ حضور رضی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"خدا تعالیٰ کی بادشاہت پھر اس دنیا میں قائم کردی جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے لئے سب سے قیمتی متاع قرار پائے گی۔" انشاء اللہ تعالیٰ

مجالسِ انصار اللہ میں بیداری پیدا کرنے کی قابلِ قدر مساعی

بعض ضلعی اجتماعات میں حضرت صدر محترم کی شرکت اور ایمان افروز تقاریر

مجالسِ انصار اللہ میں زندگی کی ایک نئی رُوح پھونکنے اور انہیں ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرنے کی غرض سے محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مرکزیہ سلسلہ میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود گزشتہ چند ماہ کے دوران مجلس انصار اللہ لائل پور کی سالانہ تقریب اضلاع راولپنڈی کیمبل پور اور جہلم کی مجالس انصار اللہ کے عہدہ داران کے اجلاس، نیز اجتماع انصار اللہ صوبہ سرحد اور اجتماع انصار اللہ ضلع شیخوپورہ میں متعدد مرکزی نمائندگان کے ہمراہ شرکت فرمائی اور ان سب اجلاسوں اور اجتماعات میں متعدد تقاریر فرماکر انصار اللہ کو ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف بہت مؤثر اور بصیرت افروز پیرائے میں توجہ دلائی۔ ان ہر چہار اجلاسوں اور اجتماعات میں حضرت صدر محترم کی تقاریر کے خلاصے ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جارہے ہیں۔

مجلس انصار اللہ لائل پور کی سالانہ تقریب

مجلس انصار اللہ لائل پور کی سالانہ تقریب ۱۲ر امان ۱۳۵۰ ہش مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۷۰ء چار بجے سہ پہر مسجد فضل لائل پور میں منعقد ہوئی جس میں مقامی مجلس کے اراکین نیز مقامی خدام و اطفال کے علاوہ محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر انصار اللہ مرکزیہ نے قائدین مجلس مرکزیہ کی معیت میں ربوہ سے لائل پور تشریف لے جاکر شرکت فرمائی اور انصار اللہ کو بیش قیمت نصائح اور ہدایات پر مشتمل ایک پُر اثر خطاب سے نوازا

آپ نے انہیں ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ امر ذہن نشین کرایا کہ یوں تو انسان ساری عمر ہی طالب علم رہتا ہے لیکن تحصیلِ علم کی جدوجہد میں انسان پر ایک زمانہ ایسا بھی آتا ہے جب وہ خود علم سیکھنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی علم سکھانا شروع کر دیتا ہے۔ اس وقت انسان کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں ایک لحاظ سے وہ طالب علم ہوتا ہے اور دوسرے لحاظ سے خود معلّم کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا انصار اللہ اپنی عمر کے لحاظ سے زندگی کے

اس حصہ میں سے گزر رہے ہوتے ہیں کہ جب ان کے لئے خود علم حاصل کرنا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ بھی ادا کریں اور بالخصوص اپنا عملی نمونہ پیش کر کے دوسروں کی زندگیوں میں انقلاب لانے کی کوشش کریں۔

موجودہ زمانہ کے ایک نہایت اہم تقاضے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت صدر محترم نے فرمایا کہ موجودہ وقت کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم اسلامی تعلیم پر کماحقہ عمل پیرا ہو کر اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ بہت سے لوگوں کو شائد اس امر کا ابھی پورا احساس نہ ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ زمانہ بڑی تیزی سے کروٹ لے رہا ہے اور نت نئے حالات رونما ہونے کے باعث نت نئے تقاضے سامنے آ رہے ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چل کر حسب استطاعت وحسب توفیق قربانی و ایثار کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کریں اور اس طرح اسلام کو دنیا میں غالب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی ہمیں بار بار خبردار فرما چکے ہیں کہ وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے جب زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلے گا بلکہ خود اپنی زندگیوں میں انقلاب لا کر اور دین کی راہ میں پہلے سے کہیں بڑھ چڑھ قربانیاں پیش کر کے اپنے عملی نمونہ سے دنیا کو اسلام کی طرف لانا ہوگا۔ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے بموجب دنیا کی دوسری قوموں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر انہیں دین کی خاطر قربانیاں کرنے کی توفیق دے رہا ہے۔ اگر ہم اپنی نئی نسلوں کی خاطر خواہ تربیت نہ کریں اور انہیں دین کی خاطر قربانیاں کرنے کے قابل نہ بنائیں تو ہم محض اس بنا پر کہ ہم نے حق کو قبول کرنے میں پہل کی تھی اجر و ثواب کے مستحق نہیں بن سکتے۔ اسلام میں اجارہ داری کا تصور نہیں ہے۔ جس قوم کے افراد بھی دین کی خاطر قربانیاں کریں گے اور اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ اپنی زندگیوں میں پیش کریں گے۔ خدا تعالیٰ انہیں اپنی رحمتوں فضلوں اور برکتوں سے نوازے گا ہم صرف اور صرف اسی صورت میں نسلاً بعد نسل اللہ تعالیٰ کی رحمتوں فضلوں اور برکتوں کے وارث بننے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونہ پر چل کر اور قربانیوں کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کر کے نسلاً بعد نسل اپنے اس امتیاز کو برقرار رکھتے چلے جائیں۔ جہاں تک عملی نمونہ پیش کرنے کا تعلق ہے ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ پہلی امتوں کی طرح محدود احکام پر عمل پیرا ہونے سے کام نہیں چلے گا۔ کامل شریعت کے نزول کے بعد تو ساری شریعت پر عمل کرنا اور اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے اور یہ نمونہ پیش کرنا اور کرتے چلے جانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتے یا اس کی ادائیگی میں غفلت برتتے ہیں تو پھر ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدمتِ اسلام کے نتیجہ میں ملنے والی برکات کسی دوسری قوم کے حصہ میں آئیں اور ہم ان سے محروم قرار پائیں۔ حالات اس امر پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اطراف و جوانب عالم میں ایسی قومیں تیار کر رہا ہے جو بہت جلد اس سلسلہ میں آ شامل ہونگی۔ ان کی شمولیت کے آثار دن بدن نمایاں سے نمایاں تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر ہم اسلام کا عملی نمونہ پیش کرنے میں سستی دکھائیں گے

تو پھر لازمی بات ہے کہ دوسری قومیں جنہیں خدا تعالیٰ تیار کر رہا ہے ہم پر سبقت لے جائیں گی اور ہم محروم رہ جائیں گے۔ اسی لئے میں نے گزشتہ سال بھی آپ سے کہا تھا اور اب بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ زمانہ اسلام کا عملی نمونہ پیش کرنے کا ہے اب وہ وقت نہیں رہا کہ ہم محض زبانی جمع خرچ سے اپنے دل کو تسلی دینے کی طرف مائل ہوں اسلام کا عملی نمونہ پیش کرنے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے غیرت کے جذبہ کو فروغ دینا ضروری ہے کیونکہ بے دینی اور بے عملی کی ایک جڑ غیرت کا فقدان بھی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے اندر غیرت کا مادہ پیدا کریں اور اسے اس حد تک فروغ دیتے چلے جائیں کہ اسلام کا عملی نمونہ اور قربانیاں پیش کرنے میں ہم پر کوئی سبقت نہ لے جا سکے۔ دوسری اقوام کے ایثار پیشہ اور فدائی احمدی اس میدان میں جتنی ترقی کریں ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہمارا قدم ہمیشہ اس سے آگے ہی پڑے پس یہ وقت سستانے اور سستی دکھلانے کا نہیں بلکہ پہلے سے بھی کہیں بڑھ کر مستعدی دکھانے کا ہے

اضلاع راولپنڈی، جہلم اور کیمبل پور کے زعماء انصاراللہ کا اجلاس

۳۰ شہادت ۱۳۵۰ ہش مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۷۱ء بروز جمعہ پانچ بجے شام اضلاع راولپنڈی، جہلم اور کیمبل پور کی مجالس انصاراللہ کے عہدہ داران کا اجلاس مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ راولپنڈی کے مکان پر منعقد ہوا حضرت صدر محترم نے جو اس اجلاس میں شرکت کے لئے بعض قائدین مجلس مرکزیہ کی معیت میں ربوہ سے راولپنڈی تشریف لے گئے تھے۔ عہدہ داران سے مجلس کے کاموں کو بہتر رنگ میں انجام دینے سے متعلق صلاح مشورے کرنے اور انہیں بیش قیمت نصائح سے نوازنے کے بعد فرمایا۔

ذیلی تنظیموں کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ پھیلاؤ میں جو بعض امور نظر سے اوجھل ہو جائیں وہ ذیلی تنظیموں کے ذریعہ پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپکو ذمہ دار سمجھے۔ آپکے تعاون کے بغیر مرکز کما حقہ اپنے فرائض کو ادا نہیں کر سکتا اس لئے سب میں یکساں کام کی روح پیدا ہونی چاہیئے۔ تعاون۔ درد۔ احساس اور اخوت کے ساتھ ہم سب کو دنیا کے حالات کے مطابق کام کرنا ہوگا۔ جب تک ہم اپنے آپکو احسن رنگ میں ذمہ داری اٹھانے کے قابل نہیں بناتے اس وقت تک ترقی کی منزل نہیں آ سکتی کیونکہ قرآن کریم ہمیں سکھاتا ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنی حالت بدلنے کا ارادہ نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی حالت نہیں بدلتا۔

اس کے بعد صدر محترم نے انصاراللہ کے سہ ماہی امتحانات میں شرکت، جلد نئے انتخابات کروانے اور ماہنامہ انصاراللہ کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ دلائی۔ آخر میں صدر محترم نے تمام عہدیداران کو دو بنیادی باتوں کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ایک نماز باجماعت کی ادائیگی اور دوسرے صحیح اسلامی رنگ میں بچوں کی تربیت۔ نماز باجماعت کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے صدر محترم نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک کو حتی الوسع مساجد میں جاکر نماز ادا کرنی چاہیئے۔ لیکن جو لوگ شرعی

عذر کی بناء پر کسی وقت مساجد میں نہ جاسکیں تو وہ اپنے گھروں میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ نماز باجماعت ادا کریں۔ اس موقعہ پر صدر محترم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "مسجد البیت" کا ذکر فرمایا اور حضورؑ کے اپنے نمونہ کی وضاحت فرمائی۔ بچوں کی تربیت کے بارہ میں صدر محترم نے فرمایا کہ اس جہت میں انصار کو خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ قوموں کی بقاء نسلوں کی صحیح تربیت پر منحصر ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تاریخ احمدیت کی تاریخ اور موٹے موٹے اسلامی مسائل سے احمدی بچوں کو لازمی طور پر واقفیت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ علم کے بغیر محبت اور قرب پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اس موقعہ پر اس اہم کام کو بہتر رنگ میں سرانجام دینے کے لئے شہری مجالس (جہاں کے فاصلے روک نہ بنتے ہوئے ہوں) کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے اپنے ہاں Sunday class شروع کریں۔ صدر محترم نے بیرونی ممالک میں احمدی بچوں کی اس طرح تربیت کے طریق کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ مقرر کرکے چھٹی والے دن حسب ضرورت انصار کی ڈیوٹی لگائی جائے کہ وہ مقررہ وقت پر اپنی کار یا دوسری سواری میں بچوں کو اپنے ساتھ لائیں اور بچوں کی باقاعدہ کلاس لگائی جائے جس میں قرآن مجید کے بنیادی اسلامی عقائد اور تاریخ وغیرہ کے مسائل ازبر کروائے جائیں۔ کلاس کے بعد بچوں کو اسی طریق پر واپس گھروں پر پہنچایا جائے۔ انشاء اللہ یہ طریق بچوں کی تربیت کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

مجلس انصار اللہ صوبہ سرحد کا سالانہ اجتماع

مجلس انصار اللہ صوبہ سرحد کا سالانہ اجتماع یکم اور ۲ ہجرت ۱۳۵۰ ہش مطابق یکم و ۲ مئی ۱۹۷۱ء مسجد احمدیہ سول کوارٹر پشاور میں منعقد ہوا۔ حضرت صدر محترم نے بعض قائدین مرکزیہ کی معیت میں ربوہ سے پشاور تشریف لے جاکر اس میں شرکت فرمائی۔ آپ نے اجتماع میں شریک انصار کو افتتاحی خطاب سے نوازنے کے علاوہ آخری روز ایک بہت پُر اثر اختتامی خطاب سے بھی نوازا۔ آپ نے ان ہر دو خطابات میں صوبہ سرحد کے انصار کو ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاکر ان فرائض کو بطریق احسن ادا کرنے کے سلسلہ میں بیش قیمت نصائح اور زریں ہدایات سے سرفراز فرمایا

افتتاحی خطاب

افتتاحی خطاب میں حضرت صدر محترم نے واضح فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے افراد ہونے کی حیثیت میں ہمارے سامنے ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ یہ مقصد اتنا عظیم ہے کہ ہمیں پہاڑوں سے بھی بلند تر مقام پر پہنچنا ہے۔ وہ عظیم اور بلند مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کو روئے زمین پر غالب کرنے کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہے جتنا عظیم یہ مقصد ہے اسے حاصل کرنے کے سلسلہ میں اتنی ہی عظیم ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔

آپ نے فرمایا اس میں شک نہیں اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کے ضمن میں جماعت کو بہت عظیم الشان بشارتوں سے نوازا ہے اور جماعت کے ساتھ غیر معمولی تائید و نصرت کے تجربے ہو رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک

نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اپنا کام کر رہی ہے اور غلبۂ اسلام کی بشارتیں اور وعدے پورے ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ جب تک ہم اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کریں گے اس وقت تک ہم ان بشارتوں اور وعدوں کے پورا ہونے میں حصہ دار نہیں بن سکتے اور کسی اجر و ثواب کے مستحق نہیں ٹھہر سکتے۔ طبعاً ہماری خواہش یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے کامل غلبہ کے وعدے کو ہماری زندگیوں میں ہی پورا کر دے تاکہ احمدیت کی فتوحات اور عالمگیر کامیابیوں اور کامرانیوں کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یہ خواہش جبھی پوری ہوگی کہ ہم تدبیر اور دعا سے کام لینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ اتنی تدبیر کریں کہ جو تدبیر کرنے کا حق ہے اور اتنی دعا کریں کہ جو دعا کرنے کا حق ہے۔ اس کے بغیر یہ تمنا کرنا کہ خدا تعالیٰ اسلام کا غلبہ ہمیں ہماری زندگیوں میں دکھا دے محض بے سود ہے۔

بعد ازاں حضرت صدر محترم نے جماعت میں ذیلی تنظیموں کے قیام کی غرض واضح کرتے ہوئے بتایا کہ جب بھی کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے جد و جہد کی جاتی ہے تو ایک وسیع تر پروگرام بنایا جاتا ہے جسے انگریزی میں extensive Programme کہتے ہیں اور اس میں بعض مرحلہ وار محدود نوعیت کے پروگرام بھی بنائے جاتے ہیں جس میں کسی خاص حصہ پر زور دینا مقصود ہوتا ہے انہیں انگریزی میں Intensive Programmes کہا جاتا ہے مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ وسیع تر پروگرام کی مختلف کڑیاں مضبوط سے مضبوط تر ہو کر پورے پروگرام کو بہتر طور پر نتیجہ خیز بنانے کا موجب بنیں۔ اسی طرح جماعت میں مختلف ذیلی تنظیموں کی حیثیت Intensive پروگراموں کی طرح ہے اور مقصد ان کا یہ ہے کہ جماعت کے ہر عمر کے افراد اپنی اپنی تنظیموں کے ساتھ منسلک ہو کر تربیت حاصل کریں اطفال اپنی تنظیم میں تربیت حاصل کریں۔ خدام اپنی تنظیم میں تربیت حاصل کریں اور اس طرح زندگی میں کوئی اسٹیج ایسی نہ آئے کہ ہم تربیت حاصل نہ کر رہے ہوں۔ اس Intensive تربیت کا مقصد یہی ہے کہ ہم سب مل کر آئندہ آنے والے بوجھ اٹھا سکیں اور غلبۂ اسلام کے وسیع تر پروگرام کو کامیابی سے چلا کر اس عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

ذیلی تنظیموں کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد حضرت صدر محترم نے سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں انصار کو ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے اس ضمن میں ایک دوسرے کو بیدار کرنے، ٹھوس رفاہی کاموں کے ذریعہ اپنی فعال تنظیم کے وجود کو از خود دوسروں سے تسلیم کرانے عمر کے اس آخری حصہ میں اپنے نفسوں کا محاسبہ کرکے تلافیٔ مافات کی بھرپور کوشش کرتے اور آئندہ نسلوں کی تربیت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنے پر خاص زور دیا۔ اور ان سب امور پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آخر میں آپ نے تدبیر اور دعا کے باہمی تعلق کو واضح کرکے تدبیر کے ساتھ ساتھ دعاؤں پر خاص زور دینے کی طرف توجہ دلائی۔

اختتامی خطاب } ۱۷ مئی کو اجتماع کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت صدر محترم نے پہلے تو صوبہ سرحد کے ان احباب کو مخاطب فرمایا جو علاقہ سرحد کے اصلی باشندے اور نسل در نسل وہیں کے رہنے والے ہیں۔ بعدہ آپ نے سرحد کے جملہ انصار کو مجموعی طور پر مخاطب کرکے انہیں ان کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

تقریر کے پہلے حصہ میں آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ہی سرحد کے دور دراز علاقہ میں احمدیت کے آغاز اور اس کے اثر و نفوذ کی وسعت پر روشنی ڈالکر بتایا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ہی صرف ضلع پشاور کے ۳۸ دیہات میں جماعتیں قائم ہو چکی تھیں۔ علاقہ سرحد کے صحابہ کے اخلاص جذبۂ قربانی اور جوش تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے علی الخصوص حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ کی خدمات اور ان کی کوششوں کے نتیجہ میں سرحد کے مختلف علاقوں میں جماعتوں کے قیام پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور اس امر کا بھی خاص طور پر ذکر فرمایا کہ اوائل میں جن مخلصین نے جانی قربانیاں دے کر استقامت کا عدیم النظیر نمونہ پیش کیا وہ سرحد اور افغانستان کے علاقوں سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے پاکباز، باخدا، مستقیم الحال اور بے باک و نڈر بزرگ بھی اسی علاقہ کے رہنے والے تھے لیکن یہ بہت افسوس اور فکر کا مقام ہے کہ ان احمدیوں میں جو یہاں کے اصل باشندے ہیں اور جو نہایت مخلص اور بزرگ اسلاف کی اولاد ہیں بہت سی کمزوریاں آگئی ہیں اور ان کا قدم آگے کی طرف نہیں بلکہ پیچھے کی طرف جا رہا ہے حضرت صدر محترم نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اب ضلع پشاور میں جماعتوں کی تعداد صرف ۲۷ ہے جبکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اس ضلع کے اندر ۳۸ مقامات پر جماعتیں قائم ہو چکی تھیں۔ ترقی کی بجائے تنزل کی یہ کیفیت بہت فکر پیدا کرنے والی ہے اور اس کی تمام تر ذمہ واری یہاں کے اصلی اور نسلی باشندوں پر عائد ہوتی ہے

اس موقعہ پر حضرت صدر محترم نے علاقہ کے رواج کے زیر اثر وہاں کے احمدیوں میں بعض کمزوریاں اور خرابیاں پیدا ہونے کا ذکر کرنے کے بعد (جن میں سے ایک لڑکیوں کو ورثہ نہ دینے اور اولاد کی صحیح رنگ میں تربیت نہ کرنے کی خرابی بھی شامل ہے) سرحد کے احباب کو ان کی اہم ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلائی اور علی الخصوص نئی نسلوں کی صحیح رنگ میں تربیت کرنے کی اہمیت پر بہت زور دیا اور تربیت اولاد کے بعض طریقوں پر بھی روشنی ڈالی۔ اس ضمن میں آپ نے اس امر پر خاص زور دیا کہ اولاد کے ساتھ بے تکلف ہو کر اس کی کمزوریوں اور خامیوں کا علم حاصل کرنا اور پھر پر حکمت طریق پر ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آخر میں آپ نے سب خامیوں اور کمزوریوں کو دور کرکے دوسروں کو راہِ راست پر لانے اور انہیں ہدایت کا راستہ دکھانے کی طرف توجہ دلائی اور اس ضمن میں فرمایا اس کے لئے ضروری ہے کہ دل میں اسلام کا درد ہو۔ ایک دردمند دل والا ایک صافی دل والا وہ کچھ کر سکتا ہے جو لاکھوں اور کروڑوں انسان

بھی نہیں کر سکتے۔ اگر دل میں درد ہو اور حصول مقصد کی لگن جنون کی حد تک پہنچی ہوئی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے اس علاقے کے انصار بھائی تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود ہیجان نہ پیدا کر سکیں اور اس الٰہی آواز کو جو دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے اپنے علاقہ میں نہ پھیلا سکیں اس کے لئے ضرورت ہے درد کی اور جنون کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اور کیا خوب فرمایا ہے ع

اے جنوں کچھ کام کر بے کار ہیں عقلوں کے وار

حضرت صدر محترم نے تقریر کے دوسرے حصہ میں صوبہ سرحد میں بود و باش رکھنے والے بیک وقت سارے ہی انصار کو مخاطب کرتے ہوئے مایوسی کو اپنے قریب نہ آنے دینے کی پُر زور تلقین فرمائی۔ آپ نے واضح فرمایا کہ مایوسی انسان میں بعض ایسی خرابیاں پیدا کر دیتی ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد سے ہٹ جاتا یا غافل ہو جاتا ہے۔ نیز مایوسی کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے بتایا کہ مایوسی یا تو عدم علم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یا کمزوریٔ ایمان کی وجہ سے اس لئے ہمیں اپنے علم کو وسیع سے وسیع تر اور ایمان کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں کوشاں رہنا چاہیئے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت پر قریباً ۸۲ سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور عالمگیر بنیادوں پر جماعت کی ہمہ جہتی ترقی کے باوجود اسلام کا غلبہ ابھی اس رنگ میں ظاہر نہیں ہوا کہ دنیا کی غالب اکثریت نے اسے دین حق کے طور پر قبول کر لیا ہو۔ اس بارہ میں ہم میں سے کسی کو یہ شبہ ہرگز نہیں گزرنا چاہیئے کہ یہ موعودہ غلبہ کب ظاہر ہوگا اور کس طرح ہوگا۔ یہ ایک مایوسی کا خیال ہے ہمیں اس خیال کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دینا چاہیئے بلکہ خدائی وعدوں پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوئے غلبۂ اسلام کے دن کو قریب سے قریب تر لانے کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہیئے۔ اگر ہم تاریخ انبیاء پر غور کریں اور اللہ تعالےٰ کی سنت کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام میں دو قسم کے سلسلے نظر آتے ہیں، ایک جلالی سلسلہ اور دوسرا جمالی سلسلہ۔ جلالی سلسلہ میں خدائی تقدیریں جلد جلد حرکت میں آتی ہیں اور دلوں کو مسخر کرتی چلی جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے جمالی سلسلوں میں ترقی ہمیشہ رفتہ رفتہ اور تدریجی طور پر ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم اور جلیل القدر فرزند کی حیثیت سے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کا سلسلہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے بموجب جمالی سلسلہ ہے اس لئے ہماری ترقی رفتہ رفتہ اور تدریجی طور پر ہونی مقدر ہے لہذا ہمیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ نسلاً بعد نسلٍ اسی طرح قربانیاں دیتے چلے جانا چاہیئے جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متبعین نے نسلاً بعد نسلٍ نہایت صبر آزما حالات میں سے گزر کر قربانیاں دیں اور بالآخر کامیابی حاصل کی۔ ان حالات میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم گھبرائیں یا مایوس ہوں، ہمت ہاریں یا رک جائیں یا غافل اور سست ہو جائیں۔ ان حالات میں جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اگر ہم ایک قدم خدا کی راہ میں آگے بڑھاتے ہیں تو خدا دوڑتا ہوا ہماری طرف آتا ہے۔ ہمارے لئے تو کسی قسم کی

مایوسی یا گھبراہٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہونا چاہیئے۔ مَیں اپنے دوستوں کو یہی کہتا ہوں کہ اپنے قدموں کو تیز کرو، اَور تیز کرو اَور تیز کرو اور پھر دیکھو خدا تعالیٰ کی نصرت کس طرح تمہارے شاملِ حال ہوتی ہے اور کس طرح تم اپنے مقصد کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہو ایسی جماعت کو کیا فکر ہو سکتی ہے اور کسی قسم کی گھبراہٹ کیونکر اس کے قریب پھٹک سکتی ہے جس کے ساتھ خدا ہے جسے خدا تعالیٰ نے ترقی اور غلبہ کے عظیم الشان وعدوں سے نوازا ہے اور وہ نہایت مخالف حالات میں بھی اپنے وعدوں کو درجہ بدرجہ پورا کرتا چلا آرہا ہے۔

آخر میں حضرت صدر محترم نے فرمایا درمیان میں ابتلاء آئیں گے روکیں پیدا ہونگی مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اور ہمیں قربانیاں بھی دینی پڑیں گی اپنی بھی، اپنے اوقات کی بھی، اپنی استعدادوں کی بھی، اپنے مالوں کی بھی، اور اپنی اولادوں کی بھی، لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم کامیاب نہ ہوں اور غالب نہ آئیں۔ اسلام کا غلبہ ہمارے ذریعہ ہی مقدر ہے۔ اسلام غالب آئے گا اور ضرور آئے گا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ جذبہ و جوش کے ساتھ قربانیاں دیتے چلے جائیں اگر ہم نہیں تو ہماری اولادیں اس غلبہ کو دیکھ لیں گی۔

مجلس انصاراللہ ضلع شیخوپورہ کا سالانہ اجتماع

مجلس انصاراللہ ضلع شیخوپورہ کا سالانہ اجتماع ۹ مئی ۱۹۷۱ء کو مسجد احمدیہ شیخوپورہ میں منعقد ہوا۔ حضرت صدر محترم نے اس روز بعض قائدین مجلس مرکزیہ کی معیت میں ربوہ سے شیخوپورہ تشریف لے جا کر اس میں بھی شرکت فرمائی اور انصاراللہ کو ایک پُر اثر خطاب سے نوازا۔

آپ نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ الفرقان کی آیات ۶۴ تا ۷۸ (جو عباد الرحمٰن کی صفات پر مشتمل ہیں) تلاوت فرمائیں اور پھر انصاراللہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہم سب کا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے مقام کو پہچانیں اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کریں کیونکہ اس کے بغیر ہم اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اپنے مقام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ذیلی تنظیموں کے قیام کے مقصد پر غور کریں۔ جماعت میں ذیلی تنظیمیں تربیت کے لحاظ سے تدریجی ترقی کے پیشِ نظر قائم کی گئی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی نشوو ارتقا میں تدریج کا قانون جاری فرمایا ہوا ہے یعنی ہر چیز درجہ بدرجہ ترقی کر کے اپنے اوجِ کمال کو پہنچتی ہے۔ تدریجی ترقی کا یہ عمل ہمیں روحانی دنیا میں بھی کار فرما نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ سے لے کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک تدریجی روحانی ترقی اللہ تعالیٰ کے مدنظر تھی۔ یہاں تک کہ شریعت مکمل ہوگئی۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت میں مختلف ذیلی تنظیموں کے قیام میں بھی تدریجی ترقی کے اصول کو ہی مدنظر رکھا گیا ہے۔ دراصل اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ افراد جماعت کی روحانی تربیت کے مختلف مراحل کے آئینہ دار ہیں۔ ایک بچہ اپنی عمر کے لحاظ سے مجلس اطفال الاحمدیہ او

مجلس خدام الاحمدیہ میں سے گزر کر جب مجلس انصار اللہ میں شامل ہوتا ہے تو تربیت کے مختلف مراحل میں سے گزرنے کے بعد وہ ایک استاد کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور اس آخری مرحلہ پر وہ محض طالب علم نہیں رہتا بلکہ اس کی حیثیت ایک استاد کی سی ہو جاتی ہے۔ بحیثیت انصار اللہ اپنے اس مقام کے پیش نظر ہمارے لئے یہ لازم ہے کہ ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کماحقہ ادائیگی کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کریں جو دوسروں کے لئے ہر لحاظ سے قابل تقلید ہو

اس تمہید کے بعد حضرت صدر محترم نے سورۃ الفرقان کی آیات ۶۴ تا ۷۸ (جو آپ نے اپنی تقریر کے آغاز میں تلاوت کی تھیں) کی رو سے حقوق اللہ اور حقوق العباد پر بہت ایمان افروز پیرایہ میں روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا اگرچہ ان آیات میں عباد الرحمٰن کی صفات بیان کی گئی ہیں تاہم غور کیا جائے تو یہ امر صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اس تعلیم کی طرف اشارہ کیا ہے جو اسلام کی شکل میں دنیا کو ملی ہے۔ یہ تعلیم دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔ یہ آیات حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر حاوی ہیں

اس وضاحت کے بعد صدر محترم نے ان آیات کی روشنی میں حقوق اللہ میں سے سچی اور حقیقی توحید پر ایمان اور اس کے عملی تقاضوں پر نیز حقوق العباد میں سے تواضع اور انکساری، ایذا دہی کے مقابلہ میں ایذا نہ دینے کی ہدایت، ایذا دہی کے باوجود امن صلح اور آشتی سے رہنے کے حکم، جھوٹ سے اجتناب، لغویات سے پرہیز، تربیت اولاد اور دعا کی اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور ان سب امور سے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بصیرت افروز اور روح پرور ارشادات پڑھ کر سنائے —— آپ کا یہ پُر اثر خطاب ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی اوّل

الحمد للہ کہ اس مرتبہ ۸۶۱ انصار نے سہ ماہی اوّل کے امتحان میں شرکت کی۔ مکرم مولوی عبد المجید صاحب کراچی اوّل اور مکرم علی محمد صاحب مسلم ساہیوال دوم رہے۔ امتحان کا نتیجہ اس مرتبہ بوجوہ ماہنامہ میں شائع نہیں ہو سکے گا۔ البتہ ہر مجلس کو الگ الگ ارسال کیا جا رہا ہے —— سہ ماہی دوم کا امتحان انشاء اللہ العزیز ۱۲ احسان / جون کو منعقد ہوگا۔ تمام زعماء / زعماء اعلیٰ / ناظمین اضلاع / ناظمین اعلیٰ سے گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ اراکین کو امتحان میں شریک کرانے کی کوشش فرمائیں۔ نصاب درج ذیل ہے۔

۱۔ کتاب نشان آسمانی (یہ کتاب الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ سے مل سکتی ہے)
۲۔ تین معیار صداقت انبیاء
۳۔ پانچ مشہور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام } اس کے لئے دیکھئے ماہنامہ انصار اللہ بابت ماہ مئی ۱۹۷۱ء
۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین الہامی دعائیں (یہ مجلس کے کتابچہ ہدایات میں درج کر دی گئی ہیں۔) (قائد تعلیم)

صدر محترم مجلس انصاراللہ مرکزیہ کی ایک ضروری تحریک

—(مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب قائد تربیت مجلس مرکزیہ)—

مذہبی جماعتوں کی ترقی اور بقا اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ ان کے بچے بزرگوں سے صحیح تربیت پاکر آئندہ آنے والی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے لئے اپنے اندر صحیح اہلیت پیدا کریں۔ بچے جس قدر ہونہار ہوں گے۔ ترقی کی منازل اسی رفتار سے جلد جلد طے ہو سکیں گی۔ دنیا پر اسلام کے غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو کھڑا کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو اس رنگ میں پروان چڑھائیں کہ جب اشاعت دین کی ذمہ داری ان کے سپرد ہو تو وہ جماعت کی ترقی کی رفتار کو اپنے سینوں کی روشنی، دماغ کی بیداری اور دعاؤں کے ذریعہ مزید تیز کر سکیں۔

مجلس انصاراللہ کے سالانہ لائحہ عمل میں بچوں کی تربیت کا پہلو بھی شامل ہے اور مجلس مرکزیہ کوشش کرتی رہتی ہے کہ پروگرام کی اس شق کو کماحقہ عملی جامہ پہنایا جائے۔

مورخہ ۳۰ اپریل شہادت کو محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ نے راولپنڈی میں عہدیداران انصاراللہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ شہری مجالس جہاں دور دور کے فاصلے بچوں کو جمع کرنے میں روک بنے ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے ہاں Sunday class شروع کریں جن میں بچوں کو قرآن کریم۔ اسلامی تاریخ اور عقائد وغیرہ سکھائے جائیں۔ سکول کے لئے ایک جگہ مقرر ہو۔ کاروں والے دوست رضاکارانہ طور پر بچوں کو لانے اور واپس پہنچانے کی ذمہ داری لیں۔ الحمدللہ کہ مجلس راولپنڈی جو سب سے پہلے مخاطب تھی نے اس کلاس کا اجراء کر دیا ہے۔ مکرم شیخ عبدالوہاب صاحب نعیم امیر صدر محترم کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"صدر محترم آپ نے ۳۰ اپریل کو زعماء کے اجلاس میں سنڈے کلاس Sunday class کے متعلق ارشاد فرمایا تھا اور خواہش فرمائی تھی کہ اس طرح نئی نسل کو تیار کیا جائے اور اس کلاس کے ذریعہ ان کے علم میں اضافہ کیا جائے۔ خاکسار نے اسی روز ایک سب کمیٹی تشکیل کر دی تھی تا اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تجاویز تیار کرے۔

چنانچہ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمیں آپ کے اس ارشاد پر لبیک کہنے کی توفیق دی۔ غرضیکہ ہماری پہلی سنڈے کلاس مورخہ ۹ مئی بروز اتوار مسجد نور میں شروع ہو گئی ہے۔ الحمدللہ کلاس میں کل ۱۱ بچے شریک ہوئے جن کی عمریں ۵ سے ۱۳ سال تک تھیں۔۔۔ کوشش ہے کہ دوسرے حلقوں میں بھی مزید ایسی کلاسز شروع کر دی جائیں۔"

تمام شہری مجالس کو چاہیئے کہ وہ بھی صدر محترم کی اس تحریک کے مطابق اپنے اپنے ہاں سنڈے کلاس جاری کریں اور اس کی اطلاع مجلس مرکزیہ کو بھجوائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

بے سود ہے وہ زندگی جو نفع رساں نہیں
اور لا حاصل ہے وہ بقاء جس میں فیض نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :

''روحانی زندگی کا ثبوت صرف ھمارے نبی علیہ السلام کی ذات با برکات میں پایا جاتا ھے۔ خدا کی ھزاروں ھزار رحمتیں اس کے شامل حال رھیں ـــ بے سود ھے وہ زندگی جو نفع رساں نہیں اور لا حاصل ھے وہ بقا جس میں فیض نہیں۔ دنیا میں صرف دو زندگیں قابل تعریف ھیں۔ (۱) ایک وہ زندگی جو خدائے حی و قیوم مبداء فیض کی زندگی ھے۔ (۲) دوسری وہ زندگی جو فیض بخش اور خدا نما ھو۔ سو آؤ ھم دکھاتے ھیں کہ وہ زندگی صرف ھمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ھے۔ جس پر ھر ایک زمانہ میں آسمان گواھی دیتا رھا ھے اور اب بھی دیتا ھے۔ اور یاد رکھو کہ جس میں فیا ضانہ زندگی نہیں وہ مردہ ھے، نہ زندہ۔ اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ھوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ھے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ھے۔ کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ھوئے اور دل کو یقین کے نور سے پر ھوتے ھوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ھے،،

(تریاق القلوب صفحہ ۱۰، ۱۱)